اصحابِ صفہ (رضی اللہ عنہم)

محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ اسلام کے سنہرے باب کے چند تعلیمی اوراق ہیں جن کا سرورق اصحابِ صفہؓ سے شروع ہوتا ہے، درحقیقت یہ باب ''وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ''۔(آل عمران:۱۶۴) ''اور وہ (نبی) ان کو کتاب (قرآن) اور حکمت (سنت) کی تعلیم دیتے ہیں۔'' اور ''وإنما بعثت معلماً''۔(سنن ابن ماجہ، مقدمۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، ص:۲۱، ط: قدیمی) ''اور اس کے سوا نہیں کہ مجھے تو بھیجا گیا ہے (دین) سکھلانے کے لیے۔'' ......کی عملی تفسیر ہے۔

مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے شمال مشرقی جانب ایک سائبان کے سایہ میں چند نفوسِ قدسیہ تعلیم و تربیت پا رہے تھے، ان نفوسِ قدسیہ نے اپنی زندگی حصولِ علم ہی کے لیے وقف کردی تھی، ان میں چند نفوس ایسے بھی تھے کہ کبھی کبھی دن کے کسی حصہ میں جنگل سے لکڑی لاکر فروخت کرتے اور گزر بسر کیا کرتے تھے۔ ان کے احوال و تعداد میں قدماء محدثین نے مستقل کتابیں لکھی ہیں، جن میں امام حدیث ابونعیم اصبہانی اور امامِ حدیث ابوعبداللہ حاکم اور ابن الاعرابی اور سلمی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان کی تعداد مختلف اوقات میں کل ملاکر چار سو تک پہنچتی ہے۔ ویسے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی تعلیمی ہی تھی اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی سب سے پہلے متعلم و شاگرد تھے، لیکن اسی تحصیلِ علم کے ساتھ ساتھ اکثر و بیشتر حضرات کے تجارت و زراعت وغیرہ کے مشاغل بھی تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسی اہم شخصیت کا ایک دور ایسا بھی گزرا کہ مدینہ سے باہر عوالیِ مدینہ میں ان کا قیام تھا اور بعدِ مسافت کے علاوہ معاشی مشغولیت کی وجہ سے روزانہ بارگاہِ نبوت کی حاضری سے معذور تھے، لیکن آپؓ نے اپنے ایک انصاری پڑوسی (غالباً ان کا نام اوس بن خولیؓ ہے) کے ساتھ یہ انتظام کیا ہوا تھا اور باری مقرر کر رکھی تھی کہ ایک دن وہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا کریں اور جو وحی نبوت (قرآن کریم کی آیت) جدید اتری ہو یا کوئی اہم حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائیں تو وہ رات کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سنا دیا کریں اور ایک دن حضرت

پاکستان کی دس کروڑ آبادی میں کل علماء وطلباء علم کی تعداد پچاس ہزار سے زیادہ نہیں، اگر مدارس اسلامیہ کی تعداد تقریباً ۲۰۰۰ بھی ہو تو مساجد کی تعداد کم از کم ایک لاکھ ہے، اگر مسلمان اس امر کا عہد کرلیں کہ ہر مسجد کا امام وخطیب باقاعدہ مستند عالم ہوگا تو ان طلبہ وعلماء کی تعداد اس ایک ہی دینی ضرورت کو پورا نہیں کرسکتی۔ درسِ قرآن وتعلیم اطفال وتعلیم قرآن (حفظ وناظرہ) نیز تدریسِ علوم دینیہ وافتاء یعنی مدرسین ومفتیین مدارسِ اسلامیہ کی ضرورت اس کے علاوہ رہے گی۔ آخر اس مروجہ دنیوی تعلیم کا مقصد تو یہی ہے تاکہ پیٹ کی پرورش ہوسکے اور حکومت کا دفتری نظام چل سکے، لیکن جس کثرت سے لڑکوں اور لڑکیوں کی عصری تعلیم کا ہیضہ ملک میں پھیل رہا ہے، کیا اس کی نسبت سے سرکاری عہدے اور منصب اتنے ہیں کہ سب کو جگہ دی جاسکے؟ پھر اس تعلیم کی اتنی مخالفت کیوں نہیں کی جاتی جتنی علوم دینیہ اور علماء دین کی کی جارہی ہے؟ درحقیقت مسئلہ صرف دینی علماء وطلبہ کی معاش کا نہیں ہے، بلکہ دنیوی علوم کے فارغ التحصیل طلبہ کی معاش کا مسئلہ اس سے بدرجہا مشکل ہے۔

ایسی صورت میں بڑے افسوس کا مقام ہے کہ جو افراد اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کے دین کی حفاظت کررہے ہیں اور امتِ محمدیہ کے لیے راہِ سعادت ونجات کو محفوظ کررہے ہیں ان کو تو بیکار اور عضو معطل سمجھا جارہا ہے اور جن افراد کا معاشرہ میں صرف یہی مقام ہے کہ اپنے پیٹ بھرنے کی فکر کریں اور حکومت کی مشنری کو چلائیں ان کی قدردانی اور حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ فیاللعجب ویاللأسف!

اصل مشکل کا حل

دراصل اگر یہ علماءِ دین کی معاش کا مسئلہ کوئی مشکل ہے اور اس مشکل کو حل کرنا ضروری ہے تو اس کا حل صرف یہ ہے کہ حکومت کی وزارتِ تعلیم میٹرک تک کی تعلیم دینی اور دنیوی مشترک رکھے، بلکہ میٹرک تک کی تعلیم کی بنیاد دینی تعلیم پر ہو اور عربی زبان کی تعلیم وتدریس لازمی وضروری ہو، تاکہ ایک میٹرک پاس طالب علم بھی بقدرِ ضرورت دونوں شعبوں کی خدمات انجام دے سکے۔ درحقیقت یہ مشکل خود حکومت نے اور اس کے غلط نظامِ تعلیم نے بلکہ برطانوی عہد کے ملعون طریقۂ تعلیم نے پیدا کی ہے اور شومئ قسمت سے آج تک اسی قے کو ہم چاٹ رہے ہیں۔ مختصر یہ کہ اس معاملہ میں اگر قصور ہے تو صرف جدید نظامِ تعلیم کا ہے۔ اگر ابتدائی تعلیم سے لے کر میٹرک تک کی تعلیم میں علم دین کا وافر حصہ شامل کرلیا جائے، بلکہ زیادہ تر توجہ تعلیمِ دین پر ہی مرکوز ہو اور جدید حصہ پر توجہ ثانوی درجہ میں تو رجالِ دین اور رجالِ دنیا کی تفریق خود بخود ختم ہوجائے گی، جس نے اس ملک کے معاشرے پر بہت برا اثر ڈالا ہوا ہے اور تکلیف دہ خلیج حائل ہوگئی ہے، **اللّٰھم اھد قومی فإنھم لایعلمون۔**